ایرانی حملے سے تلملائے اسرائیل کی جنگی کابینہ کے اجلاس میں ایران کو سخت جواب دینے کا فیصلہ لیا گیا ہے۔ اسی لیے تنازع کے جنگ میں تبدیل ہونے کا اندیشہ قوی ہو گیا ہے مگر دوسری جانب اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل انتونیو گوتریس نے فریقین سے مزید کارروائیوں سے گریز کرنے کو کہتے ہوئے انتباہ دیا ہے کہ مشرق وسطیٰ ایک بڑی جنگ کے دہانے پر کھڑا ہے اور دنیا اس وقت ایک نئی جنگ کی متحمل نہیں ہو سکتی۔

ایک بڑی جنگ کے دہانے پر
مشرق وسطیٰ

ایم اے کنول جعفری

یکم اپریل 2024 کو شام کے شہر دمشق میں واقع ایرانی قونصل خانے پر اسرائیل کے حملے کے بعد ایران کی طرف سے جوابی حملے کا جو اندیشہ ظاہر کیا جا رہا تھا، وہ صحیح ثابت ہوا۔ ایرانی حملے سے تلملائے اسرائیل کی جنگی کابینہ کے اجلاس میں ایران کو سخت جواب دینے کا فیصلہ لیا گیا ہے۔ اسی لیے تنازع کے جنگ میں تبدیل ہونے کا اندیشہ قوی ہو گیا ہے۔ ایران نے حملے کو اقوام متحدہ کے چارٹر کے آرٹیکل 51 کے تحت اپنے دفاع کے حق میں اٹھایا گیا قدم بتایا ہے جبکہ اسرائیل کا دوٹوک کہنا ہے کہ جو اس پر حملہ کرے گا، وہ اس پر جوابی حملہ کرے گا۔ جی-7 کے ملکوں امریکہ، جاپان، جرمنی، فرانس، برطانیہ، اٹلی اور کناڈا کے سربراہان کے ورچوئل ہنگامی اجلاس میں اسرائیل سے یکجہتی کا اظہار و مکمل حمایت اور ایران کی مذمت و سخت پابندیاں لگانے کا فیصلہ آگ میں گھی ڈالنے کا کام کرے گا۔ اس بابت اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے اجلاس میں ایران کی مذمت اور اسرائیل کی حمایت تو کی گئی لیکن اجلاس کسی نتیجے پر پہنچے بغیر ملتوی کر دیا گیا۔

ایران نے 13 اپریل کی رات میں 330 میزائل اور ڈرون سے اسرائیل پر تاریخی حملہ کرتے ہوئے قونصل خانے پر حملے کا جواب تو دیا ہی، بڑی حد تک یہ ثابت بھی کر دیا کہ اس نے حملے کی دھمکی ہی نہیں دی تھی، حملہ کرنے کے لیے سنجیدہ بھی تھا۔ تہران کی جانب سے یہ پیغام بھی دیا گیا ہے کہ تل ابیب نے اگر اس پر حملہ کرنے کی حماقت کی تو اپنے دفاع میں وہ مزید سخت حملوں سے معقول جواب دینے کے لیے تیار ہے۔ اقوام متحدہ میں ایران کے سفیر امیر سعید ایروانی نے امریکہ، برطانیہ اور فرانس کے رویے کو منافقانہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ ایرانی حملے کے بعد اس کا بدلہ مکمل ہو گیا۔ اس کا مزید کارروائی کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ ایران نے یہ حملہ چوری چھپے نہیں کیا بلکہ ببانگ دہل کیا ہے۔ ایرانی سفارت خانے سے متصل ایرانی قونصل خانے کی ملحقہ عمارت پر اسرائیلی فضائی حملے میں اسلامی پاسداران انقلاب کور کے سینئر قدس فورس کمانڈر بریگیڈیئر جنرل محمد رضا زاہدی اور دیگر افسران سمیت 12 افراد ہلاک ہوئے تھے۔ کئی ممالک اور بین الاقوامی تنظیموں نے حملے کی مذمت کی تھی جبکہ امریکہ نے قونصل خانے پر حملے میں ملوث ہونے یا پہلے سے حملے کی معلومات ہونے سے انکار کیا تھا۔

ایران کی دھمکی کے بعد اسرائیل نے اپنی سرحدوں پر حفاظت کے پختہ انتظامات کیے تھے، فضائی ایرو ایئر ڈیفنس سسٹم کو پوری طرح تیار رکھا تھا۔ اسرائیل کے سب سے بڑے حمایتی اور اتحادی ملک امریکہ نے بحیرۂ روم میں دو بیڑے اور بحری ڈسٹرائر تعینات کر کے مدد پہنچائی۔ ایران کے مطابق اس نے اسرائیل کے ان فوجی اڈوں کو نشانہ بنایا جن سے دمشق میں موجود ایرانی قونصل خانے پر حملہ کیا گیا تھا۔ اسرائیل نے جنوبی اسرائیل میں نفاطیم فوجی اڈے اور وہاں کھڑے طیاروں کو نقصان پہنچنے کا اعتراف کیا ہے۔ اسرائیلی فوج کے ترجمان ریئر ایڈمرل ڈینیئل ہاگری نے اسرائیلی ایئر بیس کے 3 رن ویز کو نقصان پہنچنے کی تصدیق کی ہے۔ اس حملے میں استعمال ہونے والے ہتھیاروں کو غزہ کی جنگ میں حماس اور اس کے اتحادیوں کے پاس کے ہتھیاروں کے مقابلے مختلف اور پیچیدہ بتایا گیا۔ حملہ ناکام بنانے کے لیے اسرائیل نے نہ صرف اپنے ایرو ایئر ڈیفنس سسٹم کا استعمال کیا بلکہ اس کے اسٹریٹجک اتحادیوں نے بھی اس کی مدد کی۔

اس سے قبل سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، عمان اور کویت نے امریکہ کو ایران کے خلاف اپنی سرزمین میں بنائے گئے فوجی اڈوں کے استعمال کی اجازت دینے سے منع کر دیا تھا۔ امریکہ نے عرب ممالک میں موجود اپنے فوجی اڈوں میں تقریباً 40 ہزار فوجی تعینات کر رکھے ہیں۔ حملے کے بعد برطانیہ نے اسرائیل کی مدد کے لیے رائل ایئر فورس کے جیٹ طیارے اور ایئر ایندھن بھرنے والے ٹینکر بھیجے ہیں۔ دوسری جانب اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل انتونیو گوتریس نے فریقین سے مزید کارروائیوں سے گریز کرنے کو کہتے ہوئے انتباہ دیا کہ مشرق وسطیٰ ایک بڑی جنگ کے دہانے پر کھڑا ہے اور دنیا اس وقت ایک نئی جنگ کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ خلیجی مجلس تعاون (جی سی سی) کے سکریٹری جنرل جاسم محمد البدیوی نے ایران اور اسرائیل کی کشیدگی پر اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے علاقائی اور عالمی امن برقرار رکھنے کے لیے انتہائی ضبط و تحمل کا مظاہرہ کرنے کی اہمیت پر زور دیا۔ سعودی وزارت خارجہ نے اسی طرح کے بیان میں فریقین سے تحمل سے کام لینے کے ساتھ سلامتی کونسل سے بروقت اہم کردار ادا کرنے کو کہا۔ چین نے اسرائیل پر ایرانی حملے کے حوالے سے تشویش کا اظہار کرتے ہوئے فریقین سے غیر معمولی ضبط و تحمل سے کام لینے کو کہا۔ ایران اور اسرائیل کے ساتھ کافی اچھے تعلقات رکھنے والے ہندوستان نے تل ابیب اور تہران کے درمیان فوجی تصادم پر تشویش کے اظہار کے ساتھ تشدد اور ٹکراؤ کا راستہ چھوڑ کر سفارت کاری سے مسائل کا حل تلاش کرنے کی صلاح دی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ چین اور اسرائیل کے مابین گہرے سفارتی اور معاشی تعلقات ہیں تو اسی نے ایران اور سعودی عرب کے مابین چلی آ رہی تلخی کو ختم کرا کر سفارتی تعلقات بحال کرانے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ اسی کے مدنظر امریکہ نے چین سے کہا تھا کہ وہ ایران کو اسرائیل پر حملہ کرنے سے روکنے کے لیے اپنے اثر کا استعمال کرے۔

اسرائیل پر حملے کے باوجود امریکہ نے ایران پر جوابی حملے کی صورت میں اسرائیل کا ساتھ دینے سے صاف انکار کر دیا ہے جبکہ سابق صدر ڈونالڈ ٹرمپ نے موجودہ صدر جو بائیڈن کو اکساتے ہوئے کہا ہے کہ اگر وہ صدر ہوتے تو ایران، اسرائیل پر حملہ کرنے کی ہمت نہیں کرتا۔ اس حملے میں ایران کے 836 کروڑ روپے اور دفاع میں اسرائیل کے قریب ایک ارب ڈالر خرچ ہوئے۔ اس حملے میں سعودی عرب اور اردن نے اسرائیل کا ساتھ دیا۔ اسرائیلی اخبار 'دی ٹائمز آف اسرائیل' کے مطابق، جہاں امریکہ، برطانیہ، فرانس اور اردن نے اسرائیل پر داغے گئے ایرانی میزائلوں کو روکا وہیں سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات نے بھی حملے ناکام بنانے میں اسرائیل کی مدد کی۔

ایران-اسرائیل تنازع پر بھی مغربی ممالک کا دوہرا معیار رہا ہے۔ یکم اپریل کو ایرانی قونصل خانے پر اسرائیل کے حملے کی امریکہ، برطانیہ اور فرانس سمیت کئی بڑے ممالک نے مذمت نہیں کی تھی لیکن ایران پر دباؤ بناتے رہے تا کہ وہ اسرائیل پر حملہ نہ کرے۔ اسرائیل نے اچانک حملہ کیا تھا جبکہ ایران نے باضابطہ اعلان تھا کہ اسرائیل کو جواب دے گا۔ اسرائیل کی حمایت میں کھڑے ممالک اگر چاہتے تو فلسطین میں آگ، بارود، قتل و خون اور غارت گری کا ننگا ناچ چھ مہینے سے زیادہ عرصے تک جاری نہیں رہ سکتا تھا۔ یہ ممالک اسرائیل کو غزہ میں قتل عام کی ذمہ داری سے محفوظ ہی نہیں کر رہے ہیں بلکہ فلسطینیوں کی نسل کشی سے چشم پوشی کیے ہوئے ہیں۔ کتنی عجیب بات ہے کہ غاصب اسرائیل کو تو تسلیم کر لیا جاتا ہے لیکن فلسطین کو مملکت کے طور پر منظور نہیں کیا جا رہا ہے۔ کیا یہ مغربی طاقت کا دوہرا معیار نہیں ہے؟

اس میں دو رائے نہیں ہے کہ اگر ایران اور اسرائیل کے درمیان جنگ چھڑتی ہے تو یہ غزہ جنگ کی طرح محدود نہیں رہے گی۔ اس کے اثرات مشرق وسطیٰ کے دیگر ملکوں پر بھی پڑیں گے۔ حالانکہ امریکہ نے ایران اور اسرائیل کے درمیان جنگ ہونے کی صورت میں شامل ہونے اور اسرائیل کی مدد کرنے سے منع کر دیا ہے لیکن اپنے قول پر اگر وہ قائم نہیں رہا اور خلیجی ممالک میں بنے اپنے فوجی اڈوں کا استعمال کرنے لگا تو ایران ان اڈوں پر بھی حملہ کرے گا؟ یہ ایک جواب طلب سوال ہے۔ ■

(مضمون نگار سینئر صحافی اور ادیب ہیں)

ایران کے حملے کا بدلہ کیسے لے گا اسرائیل؟

سنجے رائے

ایران نے گزشتہ ہفتے یعنی 13 اپریل 2024 کو اسرائیل پر 300 سے زیادہ میزائلوں اور ڈرونز سے حملہ کر کے شام کے دارالحکومت دمشق میں اپنے سفارت خانے پر اسرائیلی حملے کا بدلہ لے لیا۔ اس حملے میں ایرانی سیکورٹی گارڈس کے کئی اعلیٰ فوجی افسران مارے گئے تھے۔ ایران نے اسرائیل پر جو حملہ کیا ہے، اسے اب تک کا سب سے بڑا حملہ بتایا جا رہا ہے۔ اب اسرائیل، ایران کے اس حملے کا جواب دینے کی تیاری میں ہے۔ اس لڑائی میں امریکہ اور برطانیہ سمیت یوروپ کا پورا ناٹو گروپ اسرائیل کے ساتھ کھڑا ہے۔ میزائل حملے کے بعد فلسطین پر اسرائیل کے حملوں کے خلاف اب ایران کھل کر میدان جنگ میں کود پڑا ہے۔

ایران کے حملے کے بعد اپنے عوام کا زبردست دباؤ برداشت کر رہی اسرائیل کی سیاسی اور عسکری قیادت نے ایران کو سبق سکھانے کی بات کہی ہے۔ حملے کے بعد اسرائیل کی جنگی کابینہ مسلسل اجلاس کر رہی ہے۔ حملے کے تیسرے دن اسرائیل کی جنگی کابینہ کے اجلاس میں ایران کے خلاف جوابی کارروائی کی منظوری دے دی گئی ہے لیکن یہ نہیں بتایا گیا ہے کہ جوابی حملہ کب کیا جائے گا۔ اسرائیل اور مغربی ایشیا کی سیاست کے ماہرین کی آرا مانیں تو ایران کے خلاف جوابی کارروائی کے حوالے سے اسرائیل تذبذب میں ہے، کیونکہ اس کے دو بڑے اتحادیوں امریکہ اور یوروپ نے اسے تحمل سے کام لینے کا مشورہ دیا ہے۔

نیتن یاہو حکومت پر ایرانی حملے کا سخت جواب دینے کے لیے زبردست گھریلو دباؤ ہے۔ ایسی صورت میں سب سے زیادہ اندیشہ اسی بات کا ہے کہ اسرائیل ایران کے ایٹمی مراکز پر حملہ کر سکتا ہے۔ اسرائیل اور اس کے اتحادی ممالک طویل عرصے سے یہ الزام عائد کرتے رہے ہیں کہ ایران ایٹم بم کی تیاریوں میں مصروف ہے اور اس کی جوہری تنصیبات اسی کام میں لگی ہیں۔ ایران کے ایٹمی پروگرام کو اسرائیل اپنے وجود کے لیے خطرہ مانتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ایران کے اندر جوہری مراکز کو نشانہ بنا سکتا ہے مگر دنیا کی بڑی طاقتیں جس صورتحال سے دوچار ہیں، اسے دیکھتے ہوئے ایسا لگتا ہے کہ ایران کے جوہری مراکز پر حملہ اسرائیل کے لیے آخری متبادل ہوگا۔

یہ ستم ظریفی ہی ہے کہ 1948 میں جب اسرائیل ایک ملک کے طور پر وجود میں آیا تھا تو سب سے پہلے ایران نے ہی اسے تسلیم کیا تھا۔ اسرائیل اور ایران کے درمیان کوئی سرحد بھی نہیں لگتی ہے۔ فی الحال دونوں ممالک کے مابین کاروباری رشتے بھی نہیں ہیں۔ ایک وقت تھا جب اسرائیل، ایران کو ہتھیار اور ٹیکنالوجی فراہم کرتا تھا اور بدلے میں وہ ایران سے تیل درآمد کرتا تھا مگر 1979 میں آیت اللہ خمینی کی قیادت میں اسلامی انقلاب کے بعد سے دونوں ممالک ایک دوسرے کے کھلے ہوئے دشمن بنے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد سے امریکہ اور ایران کے تعلقات بھی خراب ہیں۔ خمینی اسرائیل اور امریکہ کو شیطانی ملک مانتے تھے۔ اس کے بعد ایران اور اسرائیل نے ایک دوسرے کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ دونوں ممالک کے درمیان تناؤ بڑھتا رہا۔ اسرائیل کا الزام ہے کہ حزب اللہ کو ایران نے پیدا کیا ہے۔ یہ تنظیم یہودیوں کے وجود کو ختم کرنے کے لیے پرعزم ہے۔ اسرائیل مسلسل یہ الزام بھی لگاتا رہا ہے کہ ایران اس کے جہازوں پر مسلسل حملے کر رہا ہے۔ دوسری طرف ایران کا الزام ہے کہ اس کے یورینیم پلانٹ کی تباہی میں اسرائیل کا ہاتھ ہے۔ ایران نے شام میں ایرانی شہریوں پر حملے کا الزام بھی اسرائیل پر عائد کیا ہے۔

بتا دیں کہ اسرائیل 1981 میں عراق کے نیوکلیئر ری ایکٹر اور 2007 میں شام کی نیوکلیئر سائٹ پر بمباری کر چکا ہے۔ ایران کی زیادہ تر جوہری سائٹیں زیرزمین ہیں جس کی وجہ سے ان تک پہنچنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ماہرین کا خیال ہے کہ اس کے لیے اسرائیل کو امریکہ کی مدد کی ضرورت ہوگی لیکن امریکہ اور یوروپ فی الوقت اس اقتصادی پوزیشن میں نظر نہیں آ رہے ہیں کہ وہ اسرائیل کی براہ راست کوئی مدد کر سکیں۔ ایسی صورت میں اسرائیل کے لیے بدلہ لینے کا دوسرا متبادل یہ ہے کہ وہ سائبر حملہ کر کے ایران کے فوجی نظام کو تباہ کر دے۔ اگر اسرائیل ایسا کرتا ہے تو اس میں کم لوگ مارے جائیں گے مگر ایران کے فوجی اور مواصلاتی نظام کی خرابی کی وجہ سے پورے ملک میں افراتفری کا ماحول پیدا ہو جائے گا۔ اسرائیل نے پہلے کئی اعلیٰ ایرانی جوہری سائنس دانوں اور انٹلی جنس اہلکاروں کو نشانہ بنایا ہے۔ ایسے میں ایک اندیشہ یہ بھی ہے کہ وہ ایک بار پھر اپنی خفیہ ایجنسی موساد کے ذریعے ایرانی حکام کو چن چن کر نشانہ بنائے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ پوری مغربی ایشیا میں ایران کے حمایت یافتہ مسلح گروہوں کا ایک بڑا نیٹ ورک پھیلا ہوا ہے۔ ان میں لبنان میں حزب اللہ اور یمن کے حوثی اہم ہیں۔ اس کے علاوہ عراق اور شام میں بھی ایران کے حمایت یافتہ مسلح گروہ ہیں۔ ایران ان گروہوں کو اسلحہ اور ٹریننگ فراہم کرتا ہے جس کے بدلے میں وہ تہران کی حمایت میں اسرائیل اور مغربی ممالک کے اہداف پر حملے کرتے ہیں۔ اسرائیل گروہوں کے جنگجوؤں کو نشانہ بنا سکتا ہے۔ اسرائیلی فوج نے لبنان میں حزب اللہ کے لوگوں کو نشانہ بنانا شروع کر دیا ہے۔

گزشتہ چند برسوں سے مسلم ممالک کے سربراہ بننے کی مقابلہ آرائی رہی ہے۔ فلسطین پر اسرائیل کے حملے نے اس مقابلہ آرائی میں شدت پیدا کر دی ہے۔ متحدہ عرب امارات، ترکی اور ایران اس دوڑ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔ اسرائیل اس وقت فلسطین میں خفیہ دشمنوں کو ختم کرنے کے نام پر پوری مسلم دنیا کو سبق سکھانے پر توجہ مرکوز کیے ہوا ہے۔ اس وقت اسرائیلی فوج کے سامنے رفح شہر میں موجود حماس کے 8 ہزار جنگجوؤں کو ختم کرنے کی چنوتی ہے۔ اگر وہ ایران سے الجھتا ہے تو اسے دو محاذوں پر لڑنا پڑے گا۔ یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ اسرائیل-غزہ جنگ پہلے دن سے ہی ایران کے خلاف جنگ ہے۔ تہران سے ٹریننگ اور فنڈنگ پانے والے حماس کو شکست دینا ایران کے خلاف اسرائیل کی فتح کی علامت ہوگی جبکہ اسرائیل بھلے ہی ایران کے خلاف جوابی کارروائی کی بات کر رہا ہے مگر موجودہ عالمی صورتحال میں جوابی حملہ اتنا آسان نہیں ہے۔ اسرائیل کے سب سے بڑے اتحادی امریکہ میں یہ انتخابی سال ہے۔ صدر بائیڈن پر غزہ میں اسرائیلی کارروائی کے حوالے سے اپنے ووٹروں کا دباؤ ہے۔ ایسے میں امریکہ ایک نئی جنگ میں کودنے کا جوکھم نہیں اٹھانا چاہتا۔ صدر بائیڈن نے نیتن یاہو کو واضح پیغام دیا ہے کہ ایران کا حملہ ناکام بنا دیا گیا ہے اور اسرائیل کو نیا حملہ کر کے تنازع بڑھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یوروپی ممالک بھی ایران کے خلاف براہ راست فوجی کارروائی کے حق میں نہیں ہیں۔

اسلامی دنیا کی قیادت ایران کرے، اس بات کو عرب، مصر، ترکی جیسے ممالک بھلے ہی پسند نہ کریں لیکن وہ اسرائیل پر ایرانی حملے کی مخالفت بھی کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ وہ اس لڑائی میں خاموش رہ کر ایران کے ساتھ کھڑے ہیں، کیونکہ قیادت کا معاملہ بعد میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ روس، چین اور شمالی کوریا پوری طرح سے تہران کے ساتھ رہیں گے، اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ ایسی صورت میں ایران کو جواب دینا اسرائیل کو بھاری پڑ سکتا ہے۔ حالانکہ اسرائیل نے کہا ہے کہ ایران کے خلاف اس کی کارروائی مشرق وسطیٰ میں اس کے دوستوں کو خطرے میں نہیں ڈالے گی اور ایران کو ان پر حملے کا بہانہ نہیں دے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسرائیل، ایران پر حملے کے لیے اپنے اتحادیوں کی فضائی حدود استعمال نہیں کرے گا۔

اسرائیل کا اگلا قدم جنگ کی دِشا-دَشا طے کرے گا۔ خیال رہے کہ حماس کے حملے کے بعد اسرائیلی وزیراعظم بنیامن نیتن یاہو نے کہا تھا کہ اس کا ایسا جواب دیا جائے گا کہ دنیا یاد رکھے گی۔ انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ آنے والے وقت میں دنیا کا جغرافیہ بھی بدل دیا جائے گا۔ دنیا میں اس وقت دو بڑی جنگیں چل رہی ہیں۔ یوکرین کے ساتھ روس کی جنگ جاری ہے اور اسرائیل-ایران ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو چکے ہیں۔ یہ دنیا کی بدقسمتی ہے کہ ان جنگوں کو ختم کرنے کے لیے کوئی آگے نہیں آ رہا۔ ایسی صورت میں مستقبل تشویشناک نظر آتا ہے۔ اسرائیل ہر حال میں ایران کے حملے کا جواب دے گا، اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ ■

> روس، چین اور شمالی کوریا پوری طرح سے تہران کے ساتھ رہیں گے، اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ ایسی صورت میں ایران کو جواب دینا اسرائیل کو بھاری پڑ سکتا ہے۔

نوٹ: 'دستاویز' میں شائع مضامین اور انٹرویوز میں مضمون نگاروں اور انٹرویو دینے والوں کے ذریعہ ظاہر کی گئی آرا ان کی ذاتی ہیں اور ادارہ اس کے لیے کسی طرح سے ذمہ دار نہیں۔

اردن نے کی اسرائیل کی مدد

اردن کے لیڈران غزہ جنگ رکوانے اور عام فلسطینیوں کے لیے راحت افزا ماحول بنانے میں ناکام رہے ہیں، البتہ اسرائیل کو ایران کی میزائلوں اور ڈرونوں سے بچا کر اردن نے بڑی راحت دی ہے۔ اس سے اسرائیل اور امریکہ کے لیے شاہ عبداللہ دوم کی اہمیت اور بڑھ جائے گی۔

حماس کے حملوں کے بعد عرب لیڈروں کے جو بیانات آئے، پھر غزہ میں اسرائیل کے عام شہریوں پر حملوں پر عرب لیڈروں نے جس طرح بیان بازی سے کام چلایا، اس سے یہ سمجھنے کی ضرورت نہیں رہ گئی تھی کہ اسرائیل نے عرب ممالک سے بڑے گہرے تعلقات قائم کر لیے ہیں۔ ایسی صورت میں اسرائیل کی مدد کرنے کی امید تو ان سے کی جا سکتی تھی، یہ امید نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ اسرائیل کے خلاف جائیں گے۔ اردن کے لیڈران غزہ جنگ رکوانے اور عام فلسطینیوں کے لیے راحت افزا ماحول بنانے میں ناکام رہے ہیں، البتہ اسرائیل کو ایران کی میزائلوں اور ڈرونوں سے بچا کر اردن نے بڑی راحت دی ہے، اس سے اسرائیل اور امریکہ کے لیے شاہ عبداللہ دوم کی اہمیت اور بڑھ جائے گی۔ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ اردن نے اسرائیل سے رشتے کا حق ادا کر دیا ہے۔ اردن سے یہی امید تھی کہ وہ ضرورت کے وقت میں اسرائیل کے کام آئے گا اور وہ آیا لیکن یہ بات بھی کہی جا سکتی ہے کہ اس نے جو کیا، وہ اس کی مجبوری تھی۔ ایران کی میزائلوں اور ڈرونز نے اس کی فضائی حدود کی خلاف ورزی کی تھی اور اسے یہ حق حاصل تھا کہ وہ انہیں مار گرائے، کیونکہ وہ اگر ایسا نہیں کرتا، انہیں جانے دیتا اور اسرائیل میں تباہی مچتی تو اس کے لیے اسے بھی ذمہ دار ٹھہرایا جاتا جبکہ اردن، اسرائیل یا امریکہ کے خلاف ناراضگی کا اظہار کر دے، یہی بہت ہے۔ وہ ایران کی طرح کوئی بڑا اور دفاعی طور پر مضبوط ملک نہیں ہے کہ اس کے خلاف جانے سے پہلے اسرائیل یا اس کے اتحادیوں، بالخصوص امریکہ کو سوچنا پڑے گا لیکن اسرائیل نے ایران کو جواب دینے کا اعلان کر دیا ہے۔ وہ جواب کیسے دے گا، کتنی شدت سے دے گا، کب دے گا، اس سلسلے میں اس نے کچھ بتایا نہیں ہے مگر یہ بات طے سی ہے کہ وہ اگر جواب دے گا اور اگر اس نے پڑوسی عرب ملکوں کی فضائی حدود کو ایران کے خلاف استعمال نہیں کیا تب بھی عرب ملکوں کے لیے حالات تشویشناک رہیں گے، کیونکہ ایران کی طرف سے جوابی حملے کا خدشہ بڑھ جائے گا اور خدشہ اس بات کا بھی بڑھ جائے گا کہ وہ اسرائیل کو جواب دینے کے لیے ان کی فضائی حدود کی خلاف ورزی کرے گا۔ ایسی صورت میں مجبوری میں ہی سہی، انہیں اسرائیل کی مدد کرنی پڑے گی مگر بار بار کی اسرائیل کی مدد کرنے کا اثر ان کے اور ایران کے تعلقات پر کیا پڑے گا، یہ کہنا مشکل ہے۔ لگتا یہی ہے کہ مشرق وسطیٰ میں بدامنی کا دور شروع ہونے والا ہے۔ ■